Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون مغفرت و عذاب

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر 18-C، اسکیم-33، نزد جمالی پل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

قرآن کی رو سے مغفرت و عذاب کا مفہوم

عام طور پر بخشش کے لیے لفظ مَغْفِرَۃٌ استعال کیا جاتا ہے لیکن عربی میں مغفرت کے معنی بخش دینے کے نہیں ہیں۔ اس لفظ کے مادہ کے اعتبار سے معنی ہوتے ہیں حفاظت میں آجانا۔ غفر کے معنی کسی کو ایسی چیز پہنا دینا جس سے وہ غلاظت وغیرہ سے محفوظ رہے۔ (تاج العروس۔ مفردات راغب اصفہانی)

ہمارے ہاں مَغْفِرَۃٌ کے معنی لئے جاتے ہیں "خدا کا بندے کے گناہوں کو بخش دینا" جیسے یہ الفاظ اللہ مغفرت کرے۔" یا "خدا بخشے"۔ ہم روز بولتے ہیں۔ "بخشش" کا عام مروج تصور قرآن کریم کے پیش کردہ قانون مکافاتِ عمل کے خلاف ہے۔ قانون مکافات کی رو سے انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ غلط عمل مضر نتائج پیدا کرتے ہیں اور صحیح عمل خوشگوار نتائج۔ انسان عبادات میں کوتاہی کرے تو وہ بخشش کی دعائیں کرتا ہے یا دعائیں منگواتا ہے۔ یہاں تک بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن انسان اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین کا انحراف کرے۔ ان کی حکم عدولی کرے اور انسانوں کے حقوق کی خلاف ورزی، انسانوں کی حق تلفیاں کرے اور پھر اس کی بخشش کی دعائیں کرتا رہے یا کرواتا پھرے تو اس طرح کے ناہموار اعمال کی بخشش بے معنی سی بات ہے۔ "بخشش" کا یہ تصور ملوکیت کی فضا کا پیدا کردہ ہے جس میں بادشاہ خوش ہو کر مجرموں کے گناہ بخش دیا کرتا تھا۔ قرآنِ کریم کی رو سے "جنت" انسانی اعمال کا فطری نتیجہ ہے۔

یہ کسی کو "بخشش" کے طور پر نہیں مل سکتی۔ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ ایمان کے مطابق اعمال صالحہ کے نتیجہ میں انسان کے اندر وہ توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کی شخصیت کی تعمیر ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ تخریبی قوتوں کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے اور سلامتی پاتا ہے۔ یہ ہے مَغۡفِرَت کا قرآنی مفہوم۔

ہم قانون مکافات میں یہ بات جان چکے ہیں کہ انسان جب کوئی بھی عمل کرتا ہے تو کچھ اعمال کے نتائج فوری طرح محسوس شکل میں سامنے آجاتے ہیں۔ اور کچھ اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے نتائج کی محسوس شکل کا سامنے آنے کے درمیان مہلت کا وقفہ ہوتا ہے۔ یہ مہلت کا وقفہ انسان کو اس لیے ملتا ہے کہ اگر انسان اس وقفہ میں ایسے اچھے کام کرلے جن سے اس نقصان کا ازالہ ہو جائے جو اس کے غلط عمل کی وجہ سے واقع ہونا تھا، تو وہ اس نقصان سے بچ جاتا ہے۔ اسے مغفرت کہتے ہیں۔ مغفرت خالی مانگنے کا عمل نہیں ہے، وہ رویوں، حق ادائیوں، تلافیوں اور حسنات کے نتیجہ میں عطا ہوتی ہے۔

اسی طرح کفر، سرکشی اور اعمال بد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت کے لیے قرآن حکیم نے عذاب، بطش اور مواخذہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ گرفت اور عذاب بھی غلط اعمال کے نتیجہ ے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ دنیا میں اپنے قوانین کی رو سے وارد ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں حساب کتاب کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ قرآن حکیم نے دنیاوی زندگی میں ذلت و خواری کو اللہ تعالیٰ کا عذاب بتایا ہے۔

وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَ نَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾ (طٰہٰ:۱۳۴)

"اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے (یعنی نزول قرآن سے پہلے) عذاب نازل کر کے ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہتے: خدایا! اس سے پہلے کہ ہم ظہور عذاب سے ذلیل و رسوا ہوں، تو نے ایک پیغمبر کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اور ہلاک نہ ہوتے؟"

قرآن حکیم نے دنیا میں عذاب کی کئی شکلیں بتائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بھوک اور خوف کا سایہ انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے، انسان اپنے اعمال ناشکری اور حد درجہ نافرمانی یہ عذاب بھگتتا ہے۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (النحل: ۱۱۳-۱۱۲)

"اور (دیکھو!) اللہ نے ایک مثال بیان کی: ایک بستی تھی جہاں ہر طرح کا امن چین تھا۔ ہر جگہ سے سامانِ رزق آتا رہتا اور ہر شخص فراغت سے کھاتا پیتا تھا۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ انہوں نے اللہ کے نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے بھی ان کے کاموں کی پاداش میں انہیں نعمتوں سے محروم کر دیا (نعمتوں کی جگہ) فاقہ اور (اطمینان کی جگہ) خوف ان پر چھا گیا۔ پھر خود ہی انہیں میں سے ایک رسول بھی ان کے سامنے آیا (اور کامیابی و سعادت کی راہ کی دعوت دی) مگر انہوں نے اسے جھٹلایا۔ پس عذاب میں گرفتار ہو گئے اور وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔"

عذاب غلط اعمال کے نتیجہ کا نام ہے

ہم قانون مشیت میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے برتر نظم کے لیے

جس طرح اشیاء کے لیے مشیت کے اختیار کو قوانین کی شکل دے رکھی ہے۔ اسی طرح انسانی اعمال کے لیے اپنی مشیت کے اختیار کو بھی قوانین کی شکل دے رکھی ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء اور انسان کے لیے قوانین چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں تو ان قوانین کو اللہ تعالیٰ نے مَّا یَشَاءُ، نَشَاءُ، اِنْ شَاءَ، شَاءَ کے الفاظ سے اپنی مشیت بتایا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ میری یہ مشیت وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ (الاحزاب: ۳۸) قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ (الطلاق: ۳) کے طور پر کام کرتی ہے۔

قانونِ ابتلا، قانون ہدایت و گمراہی میں ہم جان چکے ہیں کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ اعمال اس کے اپنے ارادہ اور عمل کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں اور وہ کلی طور پر اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ حتاکہ کفر و ایمان کے راستہ کا انتخاب بھی اس کا اپنا ہوتا ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: ۲۹)

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ انسان اپنے اعمال کی وجہ سے خود اللہ تعالیٰ کی گرفت و عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ جن آیات میں مَنْ يَّشَاءُ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے ان میں اس کا یہی قانون مشیت مراد ہوتا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں یہ قانون واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے:

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷)

"تمہارا پروردگار تمہارے حال سے خوب واقف ہے۔ اس کی مشیت (کے قوانین) سے اس کی رحمت کے مستحق قرار پاؤ گے اور اس کی مشیت (کے قوانین) سے اس کا عذاب اپنے اوپر وارد کر لو گے۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھے ان لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔"

پچھلوں کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ عذاب ان کے اپنے نفوس کی کمائی ہے۔ سورۃ المائدہ میں یہودیوں کے جرائم کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے:

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

(سورۃ المائدہ: ۸۰)

”جو کچھ انہوں نے اپنے اعمال سے پہلے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔ اس سے یہ اللہ کے غضب کے مستحق قرار پا چکے ہیں اور اسی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔“

سورۃ آل عمران میں انبیاء اور دیگر لوگوں کے ناحق قتل کی مذمت کے بعد ان کے ذمہ داروں کے لیے فرمایا:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا (آیت: ۵۶)

”جو لوگ انحراف و انکار اور سرکشی اختیار کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں شدید عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔“

قرآن حکیم کہتا ہے کہ جو لوگ ایمان و تقویٰ کی زندگی کے بجائے قوانین خداوندی کے انحراف اور ان کی تکذیب کا راستہ اختیار کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الاعراف: ۹۶)

”اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور انسانی ناہمواریوں سے بچتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے ضرور ان پر کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا، پس اس کمائی کی وجہ سے جو انہوں نے (اپنے اعمال کے ذریعے) حاصل کی تھی ہم نے انہیں پکڑ لیا (اور وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔)“

رحمت کے ہوتے ہوئے عذاب کی وجہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی رحمت کی کارفرمائی کے لیے بقاء انفع کا قانون بنایا ہے کہ جو انسانوں کے لیے نفعہ بخش ہو گا وہی باقی رہے گا۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ
(الرعد: ١٧)

"پس (دیکھو!) میل کچیل سے جو جھاگ اٹھتا ہے وہ رائیگان جاتا ہے کیونکہ اس میں انسان کے لیے نفعہ نہیں تھا لیکن جس چیز میں انسان کے لیے نفعہ ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔"

اسی طرح قرآن حکیم نے قضا بالحق کا قانون بتایا ہے کہ زمین و آسمان کا کارخانہ اسی کی کارفرمائیوں پر قائم ہے۔ اگر فطرتِ کائنات نقصان اور برائی چھانٹتی نہ رہتی اور بقاو قیام صرف اچھائی اور خوبی کے لیے نہیں ہوتا تو تمام کارخانۂ ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے صلح و سلامتی کے ان دشمنوں، مجرموں اور ظالموں اور فسادیوں اور سرکشوں کے لیے مہلتوں کا قانون بھی بنایا ہے کہ ان لوگوں کے لیے توبہ و رجوع کا دروازہ ہر حال میں کھلا رہتا ہے۔ لیکن اگر انسانیت کے مجرموں کے لیے یہ مہلت نہ ہوتی اور عذاب میں جلد بازی ہوتی تو یہ اپنے اعمال کی وجہ سے کب کے کب ہلاکت پا چکے ہوتے۔ لیکن یہ اس کی رحمت ہے کہ اس کی مہلت، بخشش اور عفو و درگذر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔ اس کے باوجود یہ سرکش لوگ انکار و شرارت کی راہ سے کہہ دیتے تھے کہ اگر واقعی عذاب آنے والا ہے تو کیوں نہیں آتا؟ تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو اس کی وجہ بتاتی تھی:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ (العنکبوت:۵۳)

”اور یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے اس کے طالب ہیں) تو واقعہ یہ ہے کہ اگر (مہلت کا) ایک خاص وقت نہ ٹھہرا دیا گیا ہوتا تو کب کا عذاب آ چکا ہوتا اور (یقین رکھو کہ جب وہ آئے گا تو اس طرح آئے گا کہ) یکا یک ان پر آ گرے گا اور انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔“

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ (ھود:۱۰۴)

”اور (یاد رکھو!) اگر ہم اس معاملہ میں تاخیر کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ایک حساب کی دی ہوئی مدت کے لیے اسے تاخیر میں ڈال دیں۔“

انحراف کرنے والے سرکش لوگ عذاب کے خود مستحق بنتے ہیں

یہ عذاب ظالموں، فسادیوں اور سرکش لوگوں کے اعمال کی مکافات کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ خود ہی اس کی وجہ بنتے ہیں۔ سورۃ توبہ میں مختلف اقوام سابقہ کی تباہیوں کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ (آیت:۷۰)

”ان کی یہ تباہیاں اور بربادیاں اس لیے نہیں ہوئی تھیں کہ اللہ نے ناحق ان پر ظلم کیا تھا۔ یہ اس لیے واقع ہوئی تھیں کہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کی تھی۔“

سورۃ یونس میں الٰہی ہدایت کے نتیجہ میں انسانی نفع بخشیوں کا ذکر ہے، اس کے باوجود مفسدین کی ہٹ دھرمی کے متعلق ذکر ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا وَّ لٰکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (آیت: ۴۴)

"یقیناً اللہ انسانوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (کہ انہیں جبراً اندھا بہرا بنا دے) مگر خود انسان ہی ہے جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے (کہ اس کی بخشی ہوئی قوتوں سے کام نہیں لیتا اور ہٹ دھرمی اور ضد میں آکر سچائی سے انکار کر دیتا ہے۔)"

قرآن حکیم کہتا ہے کہ:

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ یَدٰکَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۰﴾ (الحج: ۱۰)

"یہ اس کا نتیجہ ہے جو خود تیرے ہاتھوں نے پہلے ہی مہیا کر رکھا تھا اور اللہ تو اپنے بندوں کے لیے کبھی ظالم نہیں ہو سکتا۔"

بندوں پر ظلم کرنا تو ایک طرف اس کا کبھی ارادہ تک نہیں کرتا:

وَ مَا اللّٰهُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعِبَادِ ﴿۳۱﴾ (المومن: ۳۱)

"اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا (وہ تو خود ان کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔)"

سورۃ الزمر میں نتیجہ کے دن کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر بات کا فیصلہ حق و انصاف کے مطابق ہوتا ہے وَ قُضِیَ بَیۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ (آیت: ۷۵) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وَ وُفِّیَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۰﴾ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔ وَ هُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں ہوتی۔ (آیت: ۷۰-۶۹)

مغفرت کا قانون کس طرح کام کرتا ہے؟

قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ حسنِ عمل سے انسان کے اندر وہ توانائی پیدا ہو جاتی ہے

جس سے وہ تخریبی قوتوں کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے ہم روزانہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جو شخص کمزور ہو جاتا ہے اس پر ہر بیماری فوراً حملہ کر دیتی ہے۔ اس میں قوت مدافعت باقی نہیں رہتی۔ وہ جراثیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ وہ ان جراثیم کا مقابلہ کر سکے۔ اعمال کی دنیا میں یہ مدافعت ایسے کام کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے جس سے انسان کی اپنی صلاحیتوں میں نشو و نما پیدا ہو جائے۔

جب قرآن حکیم کہتا ہے:

وَ سَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (آل عمران:۱۳۳)

"اور اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف لپکو۔"

تو اس سے مراد ہے کہ اس کی حفاظت کے دامن کو پکڑو، اس کی حفاظت کے قوانین میں آؤ۔ اس کے قوانین کی حفاظت میں آنے سے آپ کی مغفرت یعنی حفاظت و سلامتی ہو گی۔

وَ مَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ۛ (آل عمران:۱۳۵)

"اور اللہ کے سوا گناہ سے پناہ اور حفاظت دے بھی کون سکتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پناہ میں آنے سے انسان حفاظت اور سلامتی میں آجاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں حفاظت و سلامتی میں آنے کے ۳ شعبے بتائے ہیں:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ (الناس:۱)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے قوانین ربوبیت کی پناہ میں آتا ہوں۔"

یہاں انسان کی معاشی زندگی کی سلامتی قوانین ربوبیت اختیار کرنے میں بتائی گئی ہے۔

مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ (الناس:٢)

"اللہ تعالیٰ کے قوانین حاکمیت کی پناہ میں آتا ہوں۔"

انسان کی تمدنی اور اخلاقی زندگی کی سلامتی کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفات کو رہنما بتایا گیا ہے۔

اِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾ (الناس:٣)

"اللہ تعالیٰ کے قوانین الوہیت کی پناہ میں آتا ہوں۔"

یہاں انسان کی ذہنی اور شعوری سلامتی کو اللہ تعالیٰ کی عبدیت میں دینے کی رہنمائی ہے۔

مغفرت کی دوسری صورت انابت

توبہ یا انابت یہ ہے کہ اعمالِ بد کے برے نتائج کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ انسان کے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی راستہ پر جاتے ہوئے بھٹک گیا اور راستے میں ہی اسے محسوس ہوا کہ اس نے غلط سمت کی طرف قدم اٹھائے ہیں اور پھر وہیں سے واپس ہو کر اپنے اس مقام پر واپس آجائے اور پھر صحیح راستہ اختیار کرے۔ لیکن اگر غلط راستے سے واپسی اور صحیح راستے پر چلنے کا اقدام نہیں ہے تو پھر یہ توبہ شمار نہیں ہو گی۔

قرآن حکیم نے توبہ کی یہی صورت رہنمائی کی ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ (النساء:١٧)

"البتہ یاد رہے کہ اللہ کے قوانین کے مطابق توبہ وہی ہے جو برائی کی کوئی بات نادانی و بے خبری میں کر بیٹھے ہیں اور فوراً احساس ہوتے ہی پیچھے کی طرف لوٹ آئیں۔ یہ ہیں وہ جن کی طرف اللہ بھی لوٹ کر آئے گا۔ اللہ (آپ کے اعمال کو) جاننے والا اور (اپنے تمام احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔"

قرآن حکیم نے توبہ کے لوازمات میں یہ حکم بھی دیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ﴿۶۷﴾ (القصص:۶۷)

"اس طرح واپس آجانے کے بعد وہ ایمان پر قائم رہنے کا پابند ہوا اور (اس ایمان کے مطابق) عمل صالح کے سیدھے راستے پر کاربند ہو تاکہ وہ حقیقی فلاح پانے والوں میں سے ہو۔"

اب اپنے لوٹنے کے بعد والی اس عملی زندگی میں زیادہ سے زیادہ حسنات کرلے تاکہ اس کی سیئات کا ازالہ ہو۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ (ہود:۱۱۴)

"بیشک (انسانی) بھلائیوں کے کام برائیوں کو دور کردیتے ہیں۔"

اب قرآن حکیم کی ان تصریحات کی روشنی میں مغفرت کی دوسری صورت یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ کا صحیح مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص غلطی ہو جانے کے بعد اس پر اڑا رہا وہ عذاب میں مبتلا ہو جائے گا اور جو اس سے باز آکر اپنی اصلاح کرلے گا تو وہ پھر سلامتی اور مغفرۃ میں آجائے گا۔ قرآنِ حکیم میں مغفرت یعنی سلامتی والی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے سنا دیے ہیں۔ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۹﴾ (المائدہ:۹)

''جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اللہ نے ان کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔''

سورۃ النور میں عفت و عصمت کی زندگی کے لیے مغفرت کی زندگی (آیت:۲۶)

سورۃ الانفال میں ایمان وجہد و نصرت کی صورت میں مغفرت کی زندگی (آیت:۷۴)

سورۃ الحجرات میں قلوب کے تقویٰ کے امتحان میں کامیابی پر مغفرت کی زندگی (آیت:۳)

سورۃ فاطر میں ایمان اور عمل صالح پر مغفرت کی زندگی (آیت:۷)

سورۃ سبا میں ایمان اور عمل صالح پر مغفرت کی زندگی (آیت:۴)

سورہ ہود میں صبر اور عمل صالح پر مغفرت کی زندگی (آیت:۱۱)

سورۃ المائدہ میں ایمان اور عمل صالح پر مغفرت کی زندگی (آیت:۱)

سورۃ الملک میں جو اپنے رب سے غیب میں رہتے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت کی زندگی (آیت:۱۲)

سورۃ النور میں قرابت داروں، مساکین اور مہاجرین کے لیے خرچ کرنے پر مغفرت کی زندگی (آیت:۲۲)

سورۃ الاحزاب میں سچی بات کہنے اور اللہ کے قوانین ماننے پر مغفرت کی زندگی (آیت:۷۱)

سورۃ شوریٰ میں کبائر اور فواحش سے اجتناب پر مغفرت کی زندگی (آیت:۳۷)

سورۃ مزمل میں صلوٰۃ، زکوٰۃ اور اللہ کو قرض حسن پر مغفرت کی زندگی (المزمل:۲۰)

قرآن حکیم کی یہ تمام آیات ایمان او عمل صالح کے نتیجہ میں مغفرت کا بیان کرتی ہیں۔

قرآن حکیم نے سورۃ منافقون میں منافقین کے لیے واضح حکم بتایا گیا کہ اے رسول ﷺ تم ان کو سلامتی کے اس نظام کی طرف لانے کی کتنی بھی کوشش کرو لیکن ان کی منافقت اور دوئی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سلامتی کی راہ بند کر دی ہے۔

سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۞ (المنٰفقون:٦)

"ان کے لیے یکساں ہے کہ تم ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو اللہ ان کو ہرگز مغفرت دینے والا نہیں۔ اللہ (کا قانون یہ ہے کہ) دوئی رکھنے والوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

قرآن حکیم کی مغفرت کے قوانین کے متعلق ان تصریحات کو سامنے رکھیں اور پھر ان کا ہمارے ہاں مروج بخشش کے تصورات سے موازنہ کریں جن میں یہ تصور عام ہو گیا ہے کہ اعمال میں بے اعتدالی کچھ بھی ہو بداخلاقیات جتنی بھی ہو، بخشش کے لیے دعاؤں اور وظائف سے یا شبِ برات میں رات کو جاگ کر بخشش کی دعاؤں سے پورے سال کی مغفرت کا اکاؤنٹ سیدھا کروالیا جاتا ہے۔ اسی طرح اعمال کے ذریعے جنت حاصل کرنے کا قانون جو قرآنِ حکیم نے بتایا تھا، اس کی روح پائمال کی جاتی ہے

تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۞ (الزخرف:٧٢)

"یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں وارث بنایا جاتا ہے۔"

❁❁